

مولوی محمد قاسم نانوتوی کا جرم

پس منظر یہ کہ صاحب تقویۃ الایمان نے دعویٰ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے (نعوذ باللہ)۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۶) حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کا اب بننا عقلاً محال ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اوّل الخلق، افضل الخلق، اوّل شافع، اوّل شفیع، سید المرسلین اور خاتم النبیین ﷺ ہیں اور ان میں سے کوئی فضل دو کو ملنا محال ہے۔ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں شیخوپورہ ضلع بدایوں (یوپی۔ بھارت) میں مسئلہ امکان و امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس سلسلے میں ایک مناظرہ ہوا۔ مولانا عبد القادر بدایونی اور مولوی امیر احمد سہوانی فریقین کے مناظر تھے۔ اس کی روداد مولوی محمد نذیر سہوانی نے مناظرہ احمدیہ کے نام سے شائع کی۔ اس میں اثر ابن عباس بھی پیش کیا گیا کہ زمینیں سات ہیں اور ہر زمین میں ہے نبی کنبیکم۔ بریلی کالج کے استاد مولوی محمد احسن نانوتوی بھی اس اثر کے ظاہر کے معتقد کی حیثیت سے سامنے آئے۔ انہوں نے ہی مولوی محمد قاسم نانوتوی کو سوال بھیجا، جس کے نتیجے میں کتاب ”تحذیر الناس“ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۲ء میں وجود میں آئی۔ مولوی محمد احسن نانوتوی نے اسے بریلی سے ہی شائع کیا۔ مولانا عبد القادر بدایونی کے شاگرد مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی نے ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۳ء میں اس کا رد ”تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال“ کے نام سے لکھا، اور دوسرے شاگرد مولوی فصیح الدین بدایونی نے ۱۸۷۵ء میں ”قول الفصح“ کے نام سے اس کا رد لکھا۔ اس کا جواب مولوی قاسم نانوتوی نے ”تسویر النبراس“ (رد قول فصیح) کے نام سے دینے کی کوشش کی۔ تحذیر الناس کے مضامین پر دہلی میں مولوی قاسم نانوتوی کا مولانا محمد شاہ پنجابی سے مناظرہ ہوا۔ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں بمبئی سے رسالہ ”ابطال اغلاط قاسمیہ“ شائع ہوا، جس میں مولانا عبدالحی نکھوی، مولانا ارشاد حسین راجپوری، مولانا عبد القادر بدایونی، مولانا محبت احمد بدایونی، مولانا فصیح الدین بدایونی۔ مولوی عبید اللہ امام جامع مسجد بمبئی وغیرہ کے دستخط مولانا عبد الغفار نے لئے۔

خالد محمود دیوبندی نے مطالعہ بریلویت، ج ۳، ص ۳۰۰ پر لکھا ہے کہ ”بعض عبارات سے لزوم ثابت کیا۔“ جب کہ محض ”اثر ابن عباس“ کے ظاہر کا معتقد ہونے پر مولانا تقی علی خاں علیہ الرحمہ نے گم راہ کانٹولی دیا تھا۔ یہی فتویٰ راجپور سے دس مقتدر علماء نے بھی جاری کیا تھا، جن میں مولانا ارشاد حسین راجپوری اور مولانا عبدالحق خیر آبادی جیسے اکابر بھی شامل تھے۔ (تنبیہ الجہال) مولوی محمد احسن نانوتوی نے اسے فتوائے تکفیر بتلایا ہے۔ (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی، از پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۸۸)

بدایوں، بریلی، رام پور اور بمبئی کے علاوہ صورت حال یہ ہے کہ ۱۲ ستمبر ۱۸۷۳ء/۱۲۹۱ھ کو قاسم نانوتوی نے ایک خط میں لکھا ہے کہ ”دہلی کے اکثر علماء نے (مولانا نذیر حسین محدث کے علاوہ) اس ناکارہ کے کفر کانٹولی دیا

ہے اور فتویٰ پر مہریں کر اعلیٰ میں احرار و محرمین مہریں لگوانے کے لئے بھیج دیا ہے۔ اب خبر یہ ہے کہ وہ فتویٰ منقریب عرب شریف بھی پہنچے گا۔ اس رسالے کے عرب شریف بھیجنے کا ایک مقصد یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا رحمت اللہ اس کا مطالعہ فرمائیں اور ان ذریعہ سے عرب شریف کے علماء کی مہریں بھی اس فتویٰ پر ہو جائیں، اس علاقے کے احباب جواب کی امید کر رہے ہیں مگر میں نے اپنے اسلام کو تک کفر سمجھ کر خاموشی کے علاوہ کوئی جواب نہیں دیا۔“ (تاسم اعلوم حضرت مولانا محمد تاسم نانوتوی، ص ۹-۳۰۸۔ انور الحسن راشد کاندھلوی)

تحذیر الناس اور علماء عرب و عجم کانتوی

تھریس الکیل میں ہے کہ ”عرب و عجم کے اکابر علماء نے (تحذیر الناس کے) جواب اور رد لکھے اور نثر و نظم سے عمدہ طور پر اس مسئلہ کی تردید کی۔ من جملہ ان کے فتویٰ مکہ معظمہ کے مفتی مولانا عبد الرحمن سراج کا۔ اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بہشت میں اونچا کرے، جو قرآن وحدیث سے مستند ہے اور حرمین محترمین کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں اور مدرسوں کی شہادتیں صحیح موجود ہے اور مصر کے مطبع منصوری میں واقعہ ۱۲۹۱ھ ۳۶۶ھ طوں پر چھپا ہے۔“

امروہہ کے مولانا عبد العزیز امروہوی نے نانوتوی صاحب کا رد کیا تو مناظرہ عجیبہ میں نانوتوی صاحب نے کہہ مکرئی کا اگر استعمال کیا۔ تھانہ بھون سے مولانا شیخ محمد قناوی نے نانوتوی وغیرہ کی تردید میں ”**فسطاس فی موازنة اثر ابن عباس**“ لکھی۔

اس دور کا نقشہ ”**لا فاضات ایومیہ**“ میں ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ کو قناوی صاحب نے یوں بیان کیا کہ ”جس وقت مولانا نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی صاحب کے۔“ مولانا عبدالحی لکھنوی کے اس فتوے کا رد خوبہ غلام فرید کے مخطوطات ”مقامیں النجاس“ حصہ سوم تقیوس نمبر ۶۳ پر بھی موجود ہے۔ یہ واقعہ ۱۲/۲ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ کا ہے، جب خوبہ صاحب کو اثر ابن عباس کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھنوی کے خیالات معلوم ہوئے تو تاسم نانوتوی کے نظریات کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ (ابطال افلاط تاسیہ کی اشاعت کے بعد مولانا عبدالحی بھی موافق نہ رہے، فاکل فروم بن گئے)

کتاب ”**ارواح غلام**“ میں تاسم نانوتوی کے حالات میں حکایت نمبر ۲۶۵ میں ہے کہ اب مولانا نانوتوی باڈی گارڈ رکھتے تھے، چھپ کر رہتے، سفر کرتے تو نام تک بتانے کا حوصلہ نہ رکھتے، خورشید حسین بتاتے، یہ کتاب مولانا نانوتوی کے لئے مصیبت بن گئی تھی۔

تحذیر الناس شائع کرنے پر نانوتوی صاحب کا غصہ

نانوتوی صاحب کو غصہ تھا کہ احسن نانوتوی نے تحذیر الناس کیوں شائع کر دی، کہتے ہیں ”پر خدا جانے ان کو کیا سوچھی جو اس کو چھاپ ڈالا جو یہ باتیں سننا پڑیں“ (تاسم اعلوم، انور الحسن راشد کاندھلوی، ص ۵۵۰) ۱۳۹۷ھ/۱۸۷۹ء میں تاسم نانوتوی بغیر توبہ کئے اسی خوف اور تنگی کے ساتھ مر گئی میں مل گیا۔

مولانا تقی علی خاں رحمت اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۷ھ/۱۸۸۰ء) کے بعد اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمت اللہ علیہ نے ۱۳۰۰ھ میں کتاب ”**الاستبسلہ الفاضلہ علی الطوائف الباطلہ**“ لکھی اور ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں رسالہ ”**الاعلام الاعلام**“ لکھا جس میں تحذیر الناس کی دو تین عبارات کا ذکر کر کے تاملین کو باطل و یقین کا فز مطلق قرار دیا۔ ۱۳۱۷ھ میں آپ نے ختم نبوت کے موضوع پر کتاب ”**جزاء اللہ عدوہ باہانہ ختم النبوة**“ لکھی، اس میں تحذیر الناس کی چھ مختلف عبارات نقل کیں اور ان کو ملعون و ناپاک شیطانی قول اور کفر ملعون قرار دیا، اور تاملین کو ضلال کاسان کفر و ضلال قرار دیا۔

۱۳۱۷ھ ہی میں آپ نے ”**فتاویٰ الحرمین بر جف ندوة المین**“ مرتب فرمایا، جس میں سوال نمبر

۱۱ میں تحذیر الناس کی پانچ مختلف عبارتیں نقل کیں، پھر اسے کفر باوج اور ضلال فی الدین قرار دیا، اور ضروریات دین کا انکار قرار دیا، متعدد علمائے حریمین شریفین نے اس کتاب کی تفریظیں لکھیں۔

۱۳۲۰ھ میں **”المعتمد المستند ببناء نجات الایہ“** کے نام سے **”المعتقد المنتقد“** از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کا حاشیہ لکھا، اس میں قاسم نانوتوی کے کفریہ جملے تحذیر الناس سے درج کئے۔ تین سال بعد ۱۳۲۳ھ میں حریمین شریفین کی حاضری ضعیب ہوئی، مولوی غلیل احمد اڈلھوی بھی وہیں تھا۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ کی عظمت و احترام کا عالم دیکھتا تھا۔ **”الدولۃ المکیہ“**، **”کفیل الفقہ الفاہم“**، **”الاجازات المتیہ“** کی یادیں روح پرور ہیں، اس موقع پر **”المعتمد المستند“** میں کی گئی تکفیر کی تصدیق بھی علمائے حریمین نے کی جو **”ختم الحرمین علی مفر الکفر والین“** کے نام سے طبع ہوئی، اس میں قاسم نانوتوی صاحب کی تحذیر الناس سے یہ عبارتیں شامل ہیں۔ **”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔“** (تحذیر الناس، ص ۱۸) **”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہوتا پھر بھی خامیت تھی میں کچھ فرق نہ آچکا۔“** (تحذیر الناس، ص ۳۴) **”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں (بالذات) کچھ فضیلت نہیں۔“** (تحذیر الناس، ص ۵۴)

اپنی کتابیں اور اپنے خلاف فتویٰ

اس کے بعد ۱۳۲۵ھ میں مولوی غلیل احمد اڈلھوی نے دیگر علماء دیوبند کے ساتھ سر جوڑ کر ۲۶ فرضی سوالات مرتب کر کے جواب لکھا جسے **”المہند علی المفند“** کا نام دیا۔ اس میں اپنی تحریروں سے یہ لوگ کھر گئے اور اہل سنت کی بولی بولنے لگے۔ اس کتاب میں حسام الحرمین میں موجود متنازعہ عبارات کے مضمون پر حکم کفر میں اتفاق کیا تو یہ بھی دراصل حسام الحرمین کی ہی تائید و تصدیق ہوئی۔ رد گئی ان کی کہہ کرنی اور جھوٹ تو کتابیں موجود ہیں، اردو میں چھپی ہیں اور ہر اہل زبان دیکھ سکتا ہے، اور لطف یہ کہ خود دیوبندی حضرات نے ایک **”خلاف رسالہ“** غایت مامول“ شائع کیا ہے، اس میں مؤلف رسالہ شیخ برنجی کے علاوہ چدرہ عرب علماء تصدیق کرنے والے ہیں، اس میں بھی تحذیر الناس، برصغیر تخلص اور حفظ الایمان کی تکفیر موجود ہے۔ (اشہاب الثاقب مع غایت المامول، مطبوعہ لاہور، ص ۲۹۷-۲۹۹) یہ چدرہ تصدیق نہیں حسام الحرمین کے علاوہ ہوئیں۔

اس کتاب المہند کے جھوٹ دیکھنے ہوں تو صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی کتاب **”الصحیفات“** دیکھی جائے یا پھر مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کی کتاب **”راۃ السہمہ“** کا مطالعہ کیا جائے، حسین احمد مدنی نے **”اشہاب الثاقب“** لکھی، جس کا تجزیہ مولانا مفتی محمد اجمل سنہلی علیہ الرحمہ نے **”رد اشہاب ثاقب“** کے نام سے لکھا، مولوی غلیل احمد اور مولوی حسین احمد نے تحذیر الناس کی متنازعہ عبارات کا ذکر تک نہ کیا بلکہ ان سے کھر گئے اور خلاصہ کے نام سے اپنی طرف سے من گھڑت کلام پیش کیا۔ البتہ مرتضیٰ حسن درجستگی چاند پوری نے اپنے رسائل میں اور منظور نعمانی نے اپنی کتاب فیصلہ کن مناظرہ میں اور سرفراز صدور نے عبارات اکابر میں اور خالد محمود نے مطالعہ بریلویت میں اصل عبارات کا ذکر کیا ہے مگر صرف الغرام خیانت دینے کی خاطر، ورنہ متنازعہ عبارات کی تشریح کی بجائے وہی خلاصہ کے نام سے من گھڑت کلام پیش کر دیا جاتا ہے۔ اپنے وقائع میں ان لوگوں نے اب تک یہ کہا ہے کہ!

پہلا اعتراض

مولانا احمد رضا خاں نے اردو نہ جاننے والے عربی علماء کو دھوکا دینے کیلئے تحذیر الناس کی تین متفرق

عبارتوں کو اس طرح جوڑا ہے کہ کفر یہ معنی پیدا ہو گیا ہے۔

دوسرا اعتراض

نور یہ کہ ”تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ کا ترجمہ ”الفضل فیہ اصلاً“ کیا ہے، بالذات کا ترجمہ نہیں کیا گیا ورنہ اس قید سے فضیلت بالعرض ثابت ہوتی۔

تیسرا اعتراض

نور یہ کہ مولانا نانوتوی خاتم النبیین کے معنی ”آخری نبی“ میں منحصر کرنے کی خلاف ہیں، کہ صرف نور صرف یہی معنی ہے اور کچھ نہیں۔

چوتھا اعتراض

نور یہ کہ مولانا خاتمیت زمانی کے قائل ہیں اور اس کا انکار کفر سمجھتے ہیں، لہذا ثابت ہو گیا کہ تحذیر الناس کی متنازع عبارت برحق ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب

اس سلسلے میں پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عربی علماء تو اردو سے بے خبر تھے، تیس سال سے جو بدایوں، بریلی، راجپور، لکھنؤ، بمبئی، دہلی، پنجاب اور پورے ہندوستان بھر کے علماء تحذیر الناس کے خلاف فتوے دے چکے تھے (جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا) کیا وہ بھی اردو سے بے خبر تھے؟ کیا انہیں بھی مولانا احمد رضا خان نے ہی تین مشرق عبارتوں کو جوڑ کر کوئی اور تحذیر الناس بنا کر پیش کی تھی؟ پھر کیا عربی علماء بغیر جیسے مسئلہ پر اتنے قتلاہل تھے کہ اصل کتاب کا ترجمہ بھی کسی معتمد مترجم سے نہ کروالیتے؟ کیا شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الدہلوی کو بھی اردو نہ آتی تھی؟ پھر ۱۳۳۵ھ میں مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ نے ”**الاصوالم الہندیہ**“ شائع کی، جس میں ۲۶۸ اردو دان علماء کرام سے حسام الحرمین کے فتوؤں کی تائید میں فتوے شائع کئے گئے۔ لہذا اسلامی نگارے جوڑ کر کفر یہ عبارت بنانے کا اعتراض بالکل لغو ہے۔ متنازع عبارت تحذیر الناس میں ہر عبارت مکمل مفہوم دیتی ہے اور مستقل کفر یہ ہے۔ یہ تینوں عبارتیں تین علیحدہ علیحدہ کفر ہیں، تین کفر یہ عبارت کو جمع کرنے کے لئے ترتیب کی کیا ضرورت ہے؟۔

دوسرے اعتراض کا جواب

دوسرے اعتراض کے سلسلے میں عرض ہے کہ (میں بالذات کچھ فضیلت نہیں) کا ترجمہ (الفضل فیہ اصلاً) درست ہے، کیونکہ تحذیر الناس صفحہ ۳ پر ہے کہ ”موصوف بالعرض موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں“ موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کا اصل ہوتا ہے۔ لہذا ”بالذات“ کا ترجمہ ”اصلاً“ کرنا درست ہے۔ نیز صاحب تحذیر اگر مقام مدح میں بالعرض فضیلت ہی کا قائل ہوتا تو یہ اعتراض نہ لگتا کہ ”پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر گھج ہو سکتا ہے“ (تحذیر الناس ص ۵) نیز یہ کہ صاحب تحذیر نے اپنے مکتوب میں تو بالذات کی قید خود ہی اڑا دی ہے لگتا ہے کہ ”خاتم النبیین کے معنی سنی نظروالوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نقیض تعریف (مدح) ہے اور نہ کوئی برائی“۔ (انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم ص ۸۷-۸۸) اب کون کہے کہ نانوتوی صاحب نے بھی اپنی بات میں خیانت کی ہے؟۔

تیسرے اعتراض کا جواب

تیسرے اعتراض کے سلسلے میں عرض ہے کہ نانوتوی صاحب نے لکھا ہے کہ ”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں

مگر اہل فہم۔۔۔ نالٹوی کے کلام میں حصر کا کوئی کلمہ موجود ہی نہیں ہے۔ اگر وہ لکھتے کہ ”بایں معنی ہی ہے“ یا ”نقطہ بایں معنی ہے“ یا ”صرف بایں معنی ہے“ تو حصر کا دعویٰ ہو سکتا تھا، مگر اب اس کے پرستاروں کا یہ دعویٰ کہ عبارت میں حصر ہے، قطعاً جھوٹ ہے اور طفل قلی سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پھر نالٹوی صاحب نے اہل فہم (معتل مندوں اور دانشوروں) کی نمائندگی کرتے ہوئے جو اعتراضات کئے ہیں وہ سارے کے سارے آخری نبی ہونے پر ہیں نہ کہ حصر پر۔ مزید یہ کہ خاتم المہین کا مسنونہ و متواتر قطعی و اجرائی معنی و تفسیر صرف اور صرف نقطہ آخری نبی ہی ہے اور اس معنی پر اعتراضات کر کے کوئی نیا معنی ایجاد کرنا، یقیناً تفسیر بالرائے کے ذمہ مرہ میں آتا ہے۔ یقیناً ایسے کو دک نادان کا ”بقول خود“ اسلام پر ائے نام ہے۔

چوتھے اعتراض کا جواب

روگیا چوتھا اعتراض کہ متعدد عبارات نالٹوی سے ثابت ہے کہ وہ خاتمیت زمانی کے قائل ہیں اور خاتمیت زمانی کے انکار کو کفر سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ نالٹوی صاحب کی عبارت میں یہاں تضاد پایا جاتا ہے کہ وہ خاتمیت زمانی مانتے بھی ہیں اور نہیں بھی مانتے۔ تحذیر الناس کے بعد اسی میں خاتمیت زمانی ماننے کی باتیں وہ یوں بیان کرتا ہے کہ ”اگر اس وصف کو بوصاف مدح میں سے نہ کہیں اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار خزانہ معجز ہو سکتی ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات کوارہ نہ ہوگی۔“

اس صورت میں وہ خدا تعالیٰ کے لئے زیادہ کوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نقصان قدر اور کلام خدا میں بے ربطی کے اعتراضات سے ڈراتا ہے تاکہ خاتمیت باعتبار خزانہ معجز کا قول صحیح نہ مانا جائے۔ اتنی باتوں اور گستاخوں سے آلودہ کر کے خاتمیت زمانی کو وہ بالفرض مانا بھی تو کیا مانا؟۔ بلکہ قاسم نالٹوی تو خاتمیت زمانی کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق ہی نہیں سمجھتا، ملاحظہ ہو تحذیر الناس ص ۱۱۲ و لکھتا ہے کہ ”شایان شان محمدی صلعم خاتمیت مرتبی ہے نہ زمانی“۔ اسی طرح تحذیر الناس ص ۳۳۔۳۴ پر خاتمیت بمعنی انصاف ذاتی بوصف نبوت کا اپنا موقف پیش کر کے لکھتا ہے کہ ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا“۔ اگر نالٹوی خاتمیت زمانی کا قائل ہوتا تو لکھتا کہ ”خاتمیت محمدی میں ضرور فرق آئے گا“۔ حالانکہ تحذیر الناس ص ۱۱ پر خود لکھ چکا تھا کہ ”ایسے ہی ختم نبوت بمعنی محروم (یعنی نبی بالذات ماننے) کو تاخر زمانی لازم ہے“۔ لازم اوپر باطل ہو چکا تو مظلوم بھی باقی نہ رہا۔ معاذ اللہ۔ یونہی تحذیر الناس ص ۵ پر لکھا ہے کہ ”موصوف بالفرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے“۔ اور تحذیر الناس ص ۷ پر لکھتا ہے کہ ”وصف ایمانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالذات ہو اور مومنین میں بالفرض“۔ اگر نبی بالذات ماننے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا لازم آتا تھا تو نالٹوی پر مست ان مذکورہ دو عبارتوں کو سامنے رکھ کر بتائیں کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مومن بالذات ماننے سے لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری مومن ہیں اور آپ کے بعد کوئی بھی مومن نہیں ہے معاذ اللہ۔ چلئے اب خاتم المہین کے معنی مسنونہ و متواتر قطعی و اجرائی کو عامیانا خیال قرار دینے والے نام نہاد اہل فہم کی بے ایمانی ان کی اپنی کتاب سے ہی لازم آری ہے، کہیں اب حسام الحرمین کی کیا شکایت ہے؟۔

نبوت بالذات کے ساتھ ساتھ ایمان بالذات کا قول بھی تحذیر الناس میں ہی موجود ہے۔ قاضی صاحبان خود ہی انصاف کریں اور آپ ہی فیصلہ دیں کہ بانی دیوبندیت نے یہ کیا لکھا ہے؟۔ متنازعہ عبارت کو تو ائمہ اہل فہم نے پیش ہی نہیں کیا تھا بلکہ خود ایک فرضی خلاصہ بنا کر پیش کیا۔ پورے مکہ معظمہ میں صرف ایک ہی جگہ عالم نے ائمہ کے صرف انہی فرضی مضامین کی تائید کی۔ (دوسرا خانہ اب، قیسر امہاجر اور چوتھا افغانی تھا، دیگر دو نے رجوع کر لیا مگر پھر بھی ان کی تائید ائمہ میں شامل ہے) مدینہ منورہ میں دو عالموں نے صرف انہی فرضی خلاصوں کی تائید کی

مگر ساتھ ساتھ ایک نے مسئلہ امرکان کذب جاری کرنے پر ان کو ڈانٹا اور دوسرے نے میلا دشریف اور اختیار راست مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے ان کا رد کیا۔ **علمائے اہل بیت نے بھی میلا دشریف کے حوالہ سے دیوبندی موقف کو مردود ٹھہرایا۔** لہذا الحمد سے حسام احرارین کا جواب نہ وہاں کہ تنازعہ عبارات چسپا کر ایک اعتبار سے تائید ہوئی ہے۔

دیوبندی سے مکتبہ راشد کہنی نے تحذیر الناس شائع کی تو عبارات یوں بدل دی کہ ”اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔“ (پیدا ہو) کی جگہ (فرض کیا جائے) لکھا گیا مگر اصل کفر پر نظر نہ جاسکی۔ اگر (فرق نہ آئے گا) کی جگہ (فرق آئے گا) لکھتے تو البتہ اس عبارت سے کفر ختم ہو سکتا تھا، مگر یہ تو بڑا عم غولیش اہل فہم ہیں۔ ان کو کون سمجھائے؟۔

مناظرین دیوبندیت جتنی چالیس چالیس مگر قاسم نانوتوی کے پوتے قاری طیب صاحب نے پوری دلیری کے ساتھ اپنے دوا کی تعلیم کو واضح کیا ہے کہ ”ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا، یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے۔۔۔۔۔ (معاذ اللہ) ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں بلکہ کمال نبوت اور تکمیل نبوت کے ہیں۔“ (خطبات حکیم الاسلام، ج ۱، ص ۷۷) جب کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہیں میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی“ (ترمذی شریف) قاری طیب نے مزید لکھا ہے کہ ”حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں تھی بلکہ نبوت بخش بھی تھی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہو افراد آپ کے سامنے آ گیا نبی ہو گیا۔“ (آفتاب نبوت - ص ۱۹) اس پر دیوبندی سے عامر عثمانی کو لکھنا پڑا کہ ”حضرت مہتمم صاحب نے حضور کو نبوت بخش کہا تھا، مگر زاصاحب نبی تراش کہہ رہے ہیں حرفوں کا فرق ہے معنی کا نہیں۔“ (تجلی نقہ و نظر نمبر، ص ۷۸) قاسم نانوتوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت بالذات اور باقی انبیاء کے لئے بالعرض نبوت کا قول کیا یعنی باقی انبیاء کیلئے نقلی نبوت کا قول کیا، وہ لکھتا ہے کہ ”فرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ غل اور کس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں۔“ (تحذیر، ص ۳۸) مولوی انور شاہ کشمیری نے نبوت بالذات اور بالعرض کی تقسیم کو قرآن پر زیادتی اور محض اتباع ہوا قرار دیا ہے (یعنی خواہش نفسانی کی پیروی)۔ (خاتم النبیین، ص ۳۸) اور آپ نے ”**عقیدۃ الاسلام**“ ص ۲۰۶ پر اس تقسیم کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ”فیض الہامی، ج ۳، ص ۳۳۳ پر انہوں نے نانوتوی کی تشریح اثر ابن عباس کو خلاف قرآن ظاہر کیا ہے، اور نانوتوی پر مایس تک پہ علم (جس چیز کا تجھے علم نہیں) میں دخل دینے کا طعن کیا ہے۔ دیوبندی مناظر محمد امین صفدر کا لڑوی نے تجلیات صفدر، ج ۲، ص ۵۹۲ پر لکھا ہے کہ ”اگر کوئی کہے کہ میں آپ کو خاتم النبیین تو ماننا ہوں مگر خاتم النبیین کا معنی نبی گر ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لگا لگا کر نبی بتایا کرتے تھے تو یہ بھی کفر ہے۔“

تحذیر الناس اور غیر مقلدین کا فتویٰ

دیوبندیوں کے بھائی غیر مقلدوں کو بھی اب ہوش آ گیا ہے، چنانچہ مولوی یحییٰ کوئٹہ لوی غیر مقلد نے ”**مطرقۃ اللہ**“ میں اور مولوی عبد الغفور اثری غیر مقلد نے ”**مظہب اور مرزائیت**“ ص ۱۳۰-۱۳۱ پر تحذیر الناس کی عبارت کو مرزائیت (کفر) بتلایا ہے۔ سید طالب الرحمن (مناظر غیر مقلدین) نے بھی تحذیر الناس کے خلاف یہی فتویٰ دیا ہے۔ (عقائد علماء دیوبند، ص ۷۶) جب کہ ثناء اللہ امرتسری سے لے کر احسان الہی ظہیر تک یہ لوگ قاسم نانوتوی کے معتقد تھے۔

”عبارات اکابر“ از مولوی سرفراز صفدر اور ”مطالعہ بریلویت“ از خالد محمود میں ہے کہ بعض علماء کرام اور مشائخ عظام نے مولوی محمد قاسم نانوتوی وغیرہ کی تعریف کی ہے بلکہ خواجہ قمر الدین سیالوی اور جے محمد کرم شاہ صاحب نے تحذیر الناس کی بھی تعریف کی ہے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ آپ لوگ تو کہا کرتے تھے کہ ”حجت قول و فعل مشائخ سے نہیں ہوتی۔“ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۷۱) آج کس منہ سے ان کا نام لے رہے ہیں۔ مزید عرض ہے

کہ ان کی تعریف کرنے والوں نے کفر یہ عبارات سے بے خبری و غفلت کی حالت میں محض حسن ظن کے طور پر تعریف کی ہوگی، جیسے قیامت کے دن سرکارِ سلی اللہ علیہ وسلم غلبہ رحمت میں بعض لوگوں کو اپنے اہل حق اور اپنے صحابی کہیں گے مگر پھر جب فرشتے ان کے کفر و ارتداد کی طرف متوجہ کریں گے تو آپ سلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دھتکار دیں گے۔ چنانچہ جب خواجہ قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کو کتاب تحذیر الناس پیش کی گئی تو آپ نے قاسم نانوتوی کی تکفیر کر دی۔ (دعوتِ فکر، ص ۱۱۰-۱۱۱) پھر کرم شاہ صاحب کو ۱۹۶۴ء میں مقالہ دیا گیا، انہوں نے غلط فہمی کا شکار ہو کر کتاب کی تعریف کر دی، پھر ماہنامہ ضیائے حرم، شمارہ اکتوبر ۱۹۸۶ء کے ص ۳۹ پر انہوں نے اس بات پر عدم امت و افسوس ظاہر کیا ہے۔ (الندم التوب) اسی شمارہ کے ص ۵۳ پر انہوں نے امام اہل سنت کے فتوے (حسام التحریرین) کی ”بے لاگ تنقید“ کے الفاظ سے تائید کی۔ اور ص ۴۴ پر نانوتوی کی عبارت کو خاتم النبیین کے اجماعی مفہوم کے مخالف قرار دیا اور صحابہ کرام کو زمرہ عوام میں شمار کرنے اور اہل فہم سے خارج کرنے کی جسارت کی طرف متوجہ کیا۔ ص ۶۶ پر لکھا کہ ”ان احادیث قطعیہ کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک تفسیر کا اضافہ ایک اچھٹیا ہے۔“ اگے خاتمت بمعنی تاخر زمانی لینے پر اعتراضات کو ایک طرف متاخر قرار دیا، یہاں اچھٹیا اور طرفہ متاخر کے الفاظ مفتی کی زبان نہیں بلکہ ادیب اور مصلح کی زبان کہے جاسکتے ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں سورۃ طلاق کی تفسیر لکھتے ہوئے ابراہن عباس کو موضوع اور سن گھڑت قرار دیا تھا (تفسیر ضیاء القرآن، ص ۳۰۸۲) اور تحذیر الناس کی بنیادی اڑبوی۔ ۱۹۷۷ء میں سورۃ احزاب کی تفسیر میں صریح لکھا کہ خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہے، یہاں فقط یہی مراد ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن ص ۲۱۵) پھر کرم شاہ صاحب نے نانوتوی کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے، مگر مفتی کی بجائے ادیب کے رنگ میں لکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مطالعہ بریلویت کے مصنف کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ آخر کار پھر کرم شاہ صاحب نے سابقہ موقف چھوڑ کر دیوبندی حضرات کو تکفیر کا صدمہ پہنچایا ہے۔ (مطالعہ بریلویت ج ۱، ص ۴۴) تو پھر ان کا سابقہ موقف بیان کرتے رہنا طفلِ قلی نہیں تو یوں کیا ہے؟۔ باقی حضرات کے سلسلہ میں عرض ہے کہ عمومی قاعدہ ہے کہ تعدیل بہم پر جرح مفسر کو ترجیح ہوتی ہے اور مخالف حصص کی جرح بہم کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

مولانا عبدالباقی فرنگی نعلی نے اگرچہ ابتداء میں اختلاف کیا مگر کتاب ”**الطاری الداری**“ کے بعد انہوں نے اپنے سابقہ امور سے توبہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کے فتوائے تکفیر سے اتفاق کر لیا۔ (اخبارِ ہدوم لکھنؤ ۲۰/۲۱/۱۹۲۱ء) یونہی مولانا نعیم الدین الدبیری علیہ الرحمہ نے ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں مولانا حامد رضا خاں سے خط و کتابت میں حسام التحریرین کی تائید کی۔ (محدث اعظم از مولانا جلال الدین تھوری، ج ۱ ص ۱۰۸-۱۱۱) مولانا عبدالحی لکھنوی وغیرہ نے ”**ابطال اٹالافاسیہ**“ میں نانوتوی پر کفر آنے کا قول کیا ہے (مطالعہ بریلویت ج ۳ ص ۳۰۰ وغیرہ) علمائے رامپور نے نانوتوی پارٹی کی تسلیل و تکفیر کا فریضہ ابتداء ہی میں انجام دے دیا تھا۔ (مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۸۸) سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے والد گرامی مولانا نعیم الدین مزہب علیہ الرحمہ پہلے قاسم نانوتوی کے مرید تھے، حقیقت آشنا ہوئے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے مرید ہوئے اور کہاں

پھر انہوں میں اس گلی سے نزہت ہیں جس میں گمراہ شیخ و قاضی

آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا

۱۵ ارشول ۱۳۵۲ھ کو مسجد وزیر خاں لاہور میں مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ کا مولوی اشرف علی تھانوی سے عبارت متنازعہ پر فیصلہ کن مناظرہ طے پایا۔ مولانا حامد رضا خاں لاہور میں موجود رہے لیکن مولوی اشرف علی نہ آیا، اس موقع پر علامہ اقبال مرحوم نے دیوبندیوں کی متنازعہ عبارت سن کر کہا ”مولانا یہ ایسی عبارت گستاخانہ ہیں، ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہیے۔“ (دعوتِ فکر، ص ۳۵-۱۰۶) ۲۷ اگست ۱۹۷۹ء کو